دینی مدارس اور اکیسواں ترمیمی بل!

خدشات وتحفظات اور لائحہ عمل

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

۲۸/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، مطابق ۲۰/جنوری ۲۰۱۵ء بروز منگل کو جامعہ کے ناظمِ تعلیمات واستاذِ حدیث مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے حافظ محبّ اللہ کے حفظِ قرآن کی تکمیل کی مناسبت سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ایک سادہ اور پُر وقار تقریب منعقد ہوئی، جس میں قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ مہمانِ خصوصی تھے۔ تقریب کا آغاز مصر سے تشریف لائے ہوئے ایک قاری صاحب کی پرسوز تلاوت سے ہوا، تلاوت کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے مہمانانِ گرامی کے لیے ترحیبی کلمات ادا فرمائے۔ بعد ازاں وفاق المدارس العربیہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہٗ اوران کے بعد مولانا سعید یوسف صاحب (پلندری) نے مختصر وپراثر خطابات کیے۔ آخر میں میرِ مجلس قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں مفصل اور پُرمغز خطاب کیا، جس میں عالمی قوتوں کے عزائم، ترمیمی بل کے پسِ منظر وپیش منظر اور اس کے متعلق اپنے موقف اور درپیش مشکلات کا تجزیہ پیش کرکے پاکستانی قوم، دینی طبقہ اور اہل مدارس کے مستقبل کے لیے راہِ عمل کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس تقریر کو جامعہ کے ایک طالب علم محمد انس پٹیل (درجہ رابعہ) نے ضبط کیا ہے۔ افادۂ عام کی خاطر ہدیۂ قارئین ہے۔

ألحمدللّٰہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہٖ الذین اصطفٰی، أمابعد: فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین، ولا یزید الظالمین إلا خساراً صدق اللّٰہ العظیم

حضرت مخدومِ مکرم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب! برادرِ مکرم حضرت مولانا امداد اللہ صاحب! جامعہ کے ذمہ داران واساتذہ کرام! اس اجتماع میں موجود تمام اکابرین اور میرے عزیز طلبہ!

میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ پیارے محبّ اللہ کی حفظِ قرآن کی تکمیل کی اس تقریب میں اہلِ علم کی صف میں شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی برکات سے اس تمام اجتماع کو شرف یاب وسرفراز فرمائے!

تلاوت وتدریسِ قرآن کی مجالس کا مقام

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ، یتلون کتاب اللّٰہ و یتدارسونہٗ بینھم إلا نزلت علیھم السکینۃ و غشیتھم الرحمۃ و حفتھم الملائکۃ و ذکرھم اللّٰہ فیمن عندہٗ۔‘‘ (صحیح مسلم، ج:۲،ص:۳۴۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: لوگوں کی ایک جماعت اللہ کے کسی گھر میں اکٹھی ہوجائے اور اس میں وہ اللہ کی کتاب کو پڑھیں اور ایک دوسرے کو سمجھائیں، اس مجلس پر اللہ کا پہلا اور نقد انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سکینہ نازل فرماتے ہیں، یعنی اگر دلوں میں پریشانی اور اضطراب ہے، دلوں کی دنیا میں پراگندگی ہے، تو ایسی مجالس میں شریک ہونے والے لوگوں کی ان پریشانیوں، اضطرابات، پراگندگیوں کو اللہ تعالیٰ سکینہ، طمانیت اور اطمینان میں تبدیل فرمادیتے ہیں۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ سکینہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انوار کے نزول کے وقت طاری ہوتی ہے۔

ایسی مجلس پر اللہ کا دوسرا نقد انعام یہ ہوتا ہے کہ اس کی رحمت اس مجلس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اور تیسرا نقد انعام یہ ہے کہ ملائکہ اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں اور اس کے شرکاء پر رشک کرتے ہیں اور انہیں اپنی وہ بات یاد آتی ہے کہ تخلیق انسان کے وقت انہوں نے کہا تھا:

’’أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔‘‘ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: ’’کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس میں فساد مچائے اور خون خرابہ کرے؟ حالانکہ ہم آپ کی تسبیح اور حمد وتقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔‘‘

وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس انسان کی تخلیق میں کیا حکمت تھی! ہم نے کیا سوچا تھا اور اللہ نے ایسی مخلوق پیدا کردی جو اللہ کا کلام پڑھتی ہے، اس کو سمجھتی ہے، اس کو اپنی عملی زندگی میں لاتی ہے، اپنے اندر کو بھی روشن کرتی ہے اور اپنے ظاہر کو بھی منور کرتی ہے۔

اور چوتھا انعام یہ ہے کہ جب انسانوں کی یہ جماعت روئے زمین پر اللہ کو یاد کرتی ہے تو اللہ اپنے ہم نشینوں میں ان لوگوں کو یاد کررہے ہوتے ہیں۔ کتنا عظیم شرف ہے کہ کوئی مسلمان اللہ کے ساتھ اس قدر ربط قائم کرلے کہ روئے زمین پر وہ خدا کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی محفل میں اُسے یاد کرے!! رب العزت ہمارے اس اجتماع کو جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مصداق بنائے، آمین!!

تہنیت وتبریک

میں اپنے برخوردار حافظ محبّ اللہ کو مبارک باد دیتا ہوں، اس کے والدین اور اس کے ان تمام ساتھیوں کو بھی جو حفظ قرآن میں مشغول ہیں، اس کی تکمیل کررہے ہیں اور بالخصوص اس پورے

جامعہ اور ان بچوں کے اساتذہ کو جن کی محنتوں سے یہ بچے آج اس نور کے حامل ہوگئے۔

مدارس واہلِ مدارس کی کردارکشی کیوں؟

میرے محترم دوستو! کوئی اس خدمت کی قدر کرے یا نہ کرے، ہم امریکہ اور بین الاقوامی قوتوں سے درخواست نہیں کررہے کہ آپ ان مدارس کی قدر کریں، ہم اپنے ملک کے حکمرانوں سے بھی نہیں کہتے کہ از راہِ کرم آپ ان مدارس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔ لیکن ہم اپنی قوم سے اور اس دھرتی کے مسلمانوں سے ضرور یہ التماس کرتے ہیں کہ ان مدارس کی قدر کو جانو۔ آج دنیا میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈے ہورہے ہیں۔ یاد رکھئے! قرآن کریم کے خلاف براہ راست گفتگو نہیں کی جاسکتی اور شاید اللہ کے دین کو براہ راست تنقید کا نشانہ بنانا بھی ان کے لیے ممکن نہ ہو، لہٰذا جو دین والے ہیں اور دین کی خدمت کرتے ہیں اور دینی علوم سے وابستہ ہیں، ان کی کوئی بھی انسانی کمزوری مل جائے تو بات کا بتنگڑ بنا کر پیش کردیتے ہیں، تاکہ دین کا کام کرنے والوں کی کردارکشی ہو تو دین کا کام خود بخود دُر کے گا۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ آپ کا پہلا حربہ نہیں، جب وحی اتاری جارہی تھی، تب بھی تو شیطان کی فوج نے اور شیطانی قوتوں نے یہ کوشش کی تھی، اللہ کی اس امانت کو جو آسمانِ دنیا سے روئے زمین پر لانے والی شخصیت حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی تو مجروح کیا گیا تھا کہ اتنی دور سے اور اتنے طویل فاصلوں سے ایک ایک لفظ کو صحیح صحیح اور ترتیب کے ساتھ لانا کیسے ممکن ہے؟! یقیناً اس میں کہیں ردوبدل ہوا ہوگا۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اس خدمت کو مشکوک بنا دیا جائے تو وحی پر اعتماد اُٹھ جائے گا، لیکن رب العزت نے ان لوگوں کے اس پروپیگنڈے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

’’إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ، ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ، مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ۔‘‘ (التکویر:۱۹-۲۱)

کہ یہ کسی عام آدمی کی بات نہیں ہے، ایک محترم پیغام رساں کی بات ہے، ایسا محترم پیغام رساں جو اپنی ذات میں طاقت ور اور عرش والے کے ساتھ رہتا ہے اور عرش والے کی رفاقت اُسے نصیب ہے اور معمولی شخصیت نہیں ہے: ’’مُطَاعٍ‘‘ اکیلے نہیں آرہا، ملائکہ کے حفاظتی دستے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، کوئی شیطانی حربہ اس امانت پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کرسکتا، ’’ثَمَّ أَمِينٍ‘‘ اپنی ذات میں بھی وہ امانت دار، اپنی ذات میں بھی وہ محترم اور خارجی لحاظ سے اس کی نسبت بھی اتنی عظیم کہ تمام زندگی عرش والے کے پڑوس میں رہا اور پھر ملائکہ کی صورت میں حفاظتی دستے بھی ساتھ ساتھ آرہے ہیں، لہٰذا مطمئن رہو کہ جو کلام ہم نازل کررہے ہیں، اس کا ایک ایک لفظ، زبر، زیر اور ترتیب کے ساتھ محفوظ ہے اور اس میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

جب ان شیطانی قوتوں کی یہ سازش ناکام ہوگئی تو پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات کو

نشانہ بنایا، چونکہ اس زمانہ میں شعر وادب عروج پر تھا، شعراء کی فصاحت و بلاغت دنیا میں رواج پا چکی تھی اور ہر شخص عرب شعراء کے کمال کا معترف تھا، اس لیے یہ پروپیگنڈا کردیا کہ فصیح و بلیغ کلام سنانا کون سی بڑی بات ہے؟ یہ تو ہمارے شعراء بھی سناتے ہیں، لہٰذا یہ بھی کوئی شاعر ہی ہوگا اور یہ معجزات تو کوئی جادوگری معلوم ہوتی ہے، اس معاشرے میں جادوگری اور شاعری کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہاں آسمانی شیطان‘ ملائکہ کے خلاف پروپیگنڈا کررہے تھے اور یہاں زمینی شیطان‘ جناب رسول اللہ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کررہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس پروپیگنڈے کو بھی رد کرتے ہوئے فرمایا:

’’إِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ، وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ، قَلِيْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ، وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ، تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ۔‘‘ (الحاقۃ: ۴۰-۴۳)

یعنی اُسے کسی عام آدمی کی بات نہ سمجھو، یہ بڑی محترم شخصیت کی بات ہے، جو نہ شاعر ہیں نہ جادوگر اور جو کچھ وہ بیان کررہے ہیں، وہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جب اس وحی کو نازل کرنے والی ذات کو اور جس مبارک شخصیت پر یہ وحی نازل ہوئی، ان کو بھی نہیں بخشا گیا تو پھر آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ آج کے اس دور میں آپ کو بخشا جائے گا؟!

حق و باطل کی دائمی کش مکش اور موجودہ حالات

یہ حق اور باطل کی لڑائی تو قیامت تک چلے گی، جب انسان پیدا ہوا تو ساتھ ہی حق اور باطل بھی پیدا ہوئے ہیں، اور دینِ اسلام اور قرآنِ کریم پر اسی طرح چودہ سو سال گزرے ہیں، تاریخ اسلام میں کتنے بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، حکومتیں ملیا میٹ ہوئیں، کتب خانے جلا دیئے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے بڑا اور مضبوط نگران‘ حکومتِ وقت ہوا کرتی ہے، تو ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ حکومتِ وقت کی نگرانی کا تصور بھی ختم ہوگیا، ان تمام حالات سے اللہ کا یہ کلام گزرا ہے۔

لیکن جیسے رسول اللہ ﷺ نے امت کے حوالے کیا تھا، آج بھی اپنے انہی الفاظ اور اسی ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ یہ کشمکش کا دور چلتا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان مدارس کی بنیاد اخلاص کے ساتھ اور قرآن وحدیث کی خدمت کے جذبے سے ڈالی گئی ہے اور جس چیز کی بنیاد اخلاص سے ڈالی جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔‘‘ (التوبۃ: ۱۰۸)

’’البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔‘‘

ان کے اندر پڑھنے پڑھانے والے بھی پاکیزہ ہوئے۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں کیا کیا باتیں ہورہی ہیں اور مختلف واقعات کو دینِ اسلام اور اخوتِ اسلام کے خلاف کس طرح استعمال کیا جاتا

ہے۔ نائن الیون کا واقعہ ہوا تو پہلے سے دماغوں میں بنا ہوا ذہن اچھل کر باہر آیا، سوچا نہیں کہ ہم نے اس پر کیا ردعمل دینا ہے۔ اس واقعے پر دنیا کے سامنے فوری ردعمل یہ سامنے آیا کہ صلیبی جنگ شروع ہوگئی، یعنی ہم نے مسیحیت کی طرف سے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا۔ کسی نے سمجھایا کہ تم نے یہ کیا کہہ دیا؟ اس سے دنیا میں تمہارا امیج خراب ہوگیا ہے، تب ایجنڈے کا دوسرا درجہ بیان کیا کہ دنیا میں تہذیبوں کی جنگ شروع ہوگئی ہے۔ پھر کسی نے سمجھایا کہ یہ کیا کہہ دیا؟ اسلام اور امتِ مسلمہ تو اپنی تہذیب پر جان بھی دے دیتی ہے، تو پھر تیسرے مرحلے میں یہ بیان جاری کیا گیا کہ یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف ہے۔ لیکن اس واقعہ کو اسلام اور امتِ مسلمہ کے خلاف استعمال کیا گیا، آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ یہ واقعہ ۲۰۰۱ء میں ہوا، جبکہ ۲۰۰۲ء میں فرانس میں نیٹو کا اجلاس ہوا، جس کے ایجنڈے میں تھا کہ ۱۹۴۹ء میں ۲۸/ یورپی ممالک پر مشتمل نیٹو اس لیے قائم ہوئی تھی تاکہ سوویت یونین کی توسیع پسندی کو روکا جائے اور اس کے خلاف یورپ کا ایک دفاعی ادارہ ہو، چونکہ وہ مقصد حاصل ہوگیا، اس لیے اب نیٹو تحویل ہو جانی چاہیے۔ لیکن فوراً کہا گیا کہ نہیں! ابھی اسلام اور مسلمان ہمارے لیے چیلنج ہیں، لہٰذا یہ اتحاد برقرار رہنا چاہیے۔

پھر امریکہ کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ ترقی پذیر ممالک کی جغرافیائی حدود حتمی نہیں ہیں اور یہ بیان بھی آیا کہ بیسویں صدی برطانیہ کی تھی اور دنیا کی جغرافیائی تقسیم برطانیہ کے مفادات کے تابع تھی، اب اکیسویں صدی ہماری ہے، لہٰذا دنیا کی جغرافیائی تقسیم بھی ہمارے مفادات کے تابع ہوگی۔ انہوں نے اپنا پورا ایجنڈا آپ پر واضح کر کے دیا ہے، لیکن پھر بھی ہم لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور ہمیں اپنے موقف کے بارے میں تردد ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا کے حکمران' امتِ مسلمہ کا ساتھ نہیں دے سکتے، ان کی اپنی مجبوریاں ہیں، وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دے رہے ہیں، لہٰذا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، چاہے افغانستان کی صورتِ حال ہو یا عراق، شام، لیبیا اور یمن کے حالات، ان سب چیزوں کو آپ اس پہلو سے ضرور دیکھیں کہ کہیں یہ ترقی پذیر دنیا کی نئی جغرافیائی تقسیم کا پہلا مرحلہ تو نہیں!!! اس بات کو مدنظر رکھیں۔

جب ۲۰۱۰ء میں امریکہ کی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے بیان دے دیا تھا کہ ہم نئی مشرقِ وسطیٰ تشکیل دیں گے، آج ہم مشرقِ وسطیٰ میں جو منظر دیکھ رہے ہیں، کیا ہم اس کو نئے مشرقِ وسطیٰ کی تشکیل کے اس ارادہ وعزم سے الگ اور اس سے لاتعلق کر سکتے ہیں؟

وطنِ عزیز کو درپیش صورتِ حال

ہمارے اہلِ علم کو دنیا کے ان حالات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے کہ دنیا کا ایجنڈا کیا ہے؟ اور اس کے

لیے کس چیز کو تباہ کیا جا رہا ہے؟ اس کا نشانہ اسلام اور مسلمان کیوں ہیں؟ میں پارلیمنٹ میں کہہ چکا ہوں اور اپنے حکمرانوں کو بھی متنبہ کرتا ہوں کہ اگر ان کا ایجنڈا یہ ہے کہ نئی جغرافیائی تقسیم مقصود ہے تو پھر پاکستان کے مغرب میں ۲۳۰۰ کلومیٹر کی افغانستان سے وابستہ پوری سرحد کو سرحد نہیں کہا جا رہا، بلکہ آج بھی ''ڈیورنڈ لائن'' سے موسوم ہے۔ دنیا کی کتابوں میں ''پاک افغان بارڈر'' موسوم نہیں ہے۔ دوسری طرف مشرقی سرحد کو آپ دیکھیں، کشمیر کی طویل ترین سرحد کو بھی ''کنٹرول لائن'' کہا جا رہا ہے، وہ بھی صرف لائن ہے، آپ کا بارڈر نہیں ہے اور اقوام متحدہ کے قانون کے تحت متنازعہ علاقہ ہے۔ جب ہماری مغربی اور مشرقی سرحدوں کا یہ عالم ہے تو پھر اس وقت ایشیا میں اس بین الاقوامی ایجنڈے کا آسان ترین نشانہ پاکستان کے علاوہ اور کون ہوسکے گا؟ آپ ان چیزوں کو کیوں نہیں سوچ رہے؟ اس حد تک دباؤ میں کیوں جا رہے ہیں؟

موجودہ حالات کا ذمہ دار کون؟

یہ سب حالات ہیں اور ہم نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہہ دیا ہے اور میں آج آپ حضرات کے سامنے بھی وضاحت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جنگ ہماری ضرورت نہیں۔ یہ جنگ آپ کی طرف سے ہے، یہ جنگ آپ کے ایجنڈے کی تکمیل کر رہی ہے، یہ مسلمانوں کے ایجنڈے کی تکمیل نہیں۔ اور جنگ یک طرفہ نہیں لڑی جاتی، بلکہ اس کے لیے دشمن بھی چاہیے، اگر ہمارے ماحول میں شدت پسندی یا جسے آپ ''دہشت گردی'' کہتے ہیں، اس کا ماحول موجود ہے تو یہ بھی آپ کی ضرورت اور آپ کا پیدا کردہ ہے، یہ مسلمانوں کا پیدا کردہ ماحول نہیں ہے۔

آپ مدارس کی بات کرتے ہیں تو مدارس تو دور کی بات ہے، یہ مدارس آپ کے لیے آسان نشانہ بن گئے ہیں، حقیقت تو ہم جانتے ہیں، لیکن ابھی ہم اس بحث کو نہیں کھولنا چاہتے کہ یہ عسکری جتھے کس نے بنائے؟ میرا ایک طالب علم جس کا نام فلاں ولد فلاں تھا، اس کو ترغیبات کس نے دیں؟ جہادِ افغانستان کی ترغیبات کس نے دیں؟ جنگ کی تربیت کس نے دی؟ کلاشنکوف کی تربیت کس نے دی؟ راکٹ لانچر کی تربیت کس نے دی؟ بم بنانے کی تربیت کس نے دی؟ بم پھاڑنے کی تربیت کس نے دی؟ یہ سارے اعلیٰ ترین جنگی وسائل کس نے سکھائے؟ اور اس غریب طالبِ علم کو جو فلاں ابن فلاں کے نام سے کسی مدرسے سے نکلا یا کسی تعلیمی ادارہ سے نکلا یا ہماری سوسائٹی سے نکلا، آگے جا کر اس غیر فوجی کو فوجی ٹریننگ اور جنگی تربیت کس نے عطا کی؟ اور پھر بھی بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ سے فارغ ہے اور اس کا الزام مدرسہ پر لگایا جا رہا ہے۔

میں نے اس دن آل پارٹیز کانفرنس میں بھی اور پارلیمنٹ میں بھی یہ بات کھل کر کہی ہے کہ دباؤ صرف مدارس پر کیوں ہے؟ آپ کے نیشنل ایکشن پلان میں مدرسے کی رجسٹریشن اور اس کی ضابطہ بندی کا

لفظ کیوں لکھا گیا ہے؟ یہ جو آج کل آپ پھانسیوں پر پھانسیاں دے رہے ہیں، ذرا بتایئے کہ ان میں مدرسہ کا کون سا طالب علم ہے؟ یہ دہشت گردی حملہ میں ملوث لوگ کون ہیں، جن کو آپ پھانسیاں دے رہے ہیں؟ جی ایچ کیو پر حملہ کرنے والوں میں مدرسے والا کون ہے؟ مہران ائیر بیس پر حملہ کرنے والوں میں کونسا مدرسے کا طالب علم ہے؟ کامرہ ائیر بیس پر حملہ کرنے والوں اور پشاور ائیر بیس پر حملہ کرنے والوں میں سے کوئی ایک تو بتاؤ کہ کونسا مدرسہ کا طالب علم ہے؟ نشان دہی تو کردو۔ اس طرح تو نہ کرو کہ ''استاد تو بے گناہ ہوا اور شاگرد گناہ گار ہوگیا'' اور اب شاگرد کو ذبح کیا جارہا ہے، اور کہا جارہا ہے کہ شاگرد نے سب کچھ کیا، میں نے کچھ نہیں کیا اور مجھے تو پتہ بھی نہیں تھا، میں تو کسی تنظیم کو نہیں جانتا، دامن صاف!
''رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔''

انصاف سے کام لیا جائے۔ جس وقت یہ بحث آئی تو ہم نے کہا کہ مدارس کی رجسٹریشن کا لفظ کس لیے لکھا ہے؟ کہنے لگے کہ: جی! بہت سے مدارس جو بغیر رجسٹریشن کے ہیں۔ میں نے کہا: حکومت کے درمیان اس قسم کے قانون کی ترمیم پر اتفاق ہوگیا تھا۔ آپ لوگ کبھی سوال اٹھاتے ہیں کہ مدارس میں پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ تو اس میں فنڈ کا معاملہ مالیاتی نظام طے کردیئے گئے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ مدارس کا نصاب دہشت گردی اور انتہا پسندی سکھاتا ہے، تو اس میں مدارس کے نصاب تعلیم پر بھی اتفاق کیا گیا کہ یہ نصاب تعلیم کوئی انتہا پسندی نہیں پھیلا رہا، مدارس کا تنظیمی ڈھانچہ کیا ہوگا؟ یہ واضح کیا گیا اور اس اتفاق رائے کے بعد ۲۰۰۵ء میں ترمیمی آرڈیننس آیا، جس کی قانون سازی مرکز اور صوبوں میں ہوئی، اب کون سی آفات بیچ میں آگئی ہیں کہ دوبارہ قانون سازی کی ضرورت پیش آگئی؟

معروضی صورت حال اور قانون سازی

میں نے ایک اور بات بھی کہی کہ ہر وقت آپ لوگوں کے نشانہ پر مذہبی لوگ ہوتے ہیں کہ یہ مذہبی لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں، تفرقہ اور نفرت پھیلا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ، میں نے کہا کہ ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' کے نعرے پر اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے ۶۷ر سال پہلے ایک پاکستان قائم ہوا تھا، اس کے بعد اس ملک کے اندر داخلی جغرافیائی اُکھاڑ پچھاڑ میں کبھی کسی شیعہ نے کہا کہ مجھے اپنا صوبہ دو؟ کبھی کسی سنی نے کہا کہ مجھے اپنا صوبہ دو، میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا؟ کبھی کسی دیوبندی نے کہا کہ اس علاقہ کا ڈویژن دیوبندیوں کا ہونا چاہیے؟ کبھی کسی بریلوی نے کہا کہ فلاں ضلع بریلویوں کے نام کرو؟ لیکن یہ مہاجر سندھی کا سوال پیدا کرنا، سرائیکی اور پنجابی کا سوال پیدا کرنا، پختون بلوچ کا سوال پیدا کرنا، یہ ہزارہ اور پختون کا سوال پیدا کرنا، یہ سب آپ حضرات کی کارستانیاں نہیں ہیں؟ یہ بنگال لسانیت کی بنیاد پر نہیں ٹوٹا؟ آپ کے نعروں سے نفرتیں

پیدا ہورہی ہیں۔ حقوق کے نام پر تعصب پیدا کررہے ہو، ملک کو اندر سے توڑ رہے ہو، کبھی لسانیت کی بنیاد پر صوبہ کا، کبھی ملک کا نعرہ اور کبھی ملک سے آزادی کے نعرے، کبھی ملک کو اندر سے جغرافیائی طور پر تقسیم کرنا، یہ ساری آپ کی کارستانیاں ہیں، ملک کے اندر کی جغرافیائی اکھاڑ پچھاڑ کے آپ ہی ذمہ دار ہیں اور آپ ہی اس کے نعرے لگاتے ہیں، کبھی کسی مذہبی آدمی نے کہا ہے کہ ملک کو میرے عقیدے اور فکر کی بنیاد پر تقسیم کردو؟ کہتے ہیں کہ یہ آپس میں لڑتے ہیں، میں نے کہا: اس لیے لڑتے ہیں کہ قانون سازی نہیں ہے، حدود متعین نہیں ہیں، محرم میں فوج کو لے آتے ہو، راستوں میں کھڑا کردیتے ہو، قیامِ امن کے لیے شہر کو فوج کے حوالہ کردیا، رینجرز کے حوالہ کردیا، اس حوالے سے قانون سازی کیوں نہیں کررہے؟ تاکہ اگر کوئی مکتب فکر یا کوئی فرقہ اپنا ایک غلط یا صحیح تہوار مناتا ہے تو اس کی حدود تو متعین ہوں، کسی دوسرے کو تکلیف تو نہ دے، ایک دوسرے کی دل آزاری تو نہ کرے، لیکن سڑسٹھ سال گزر گئے اور آپ نے اس سلسلے میں قانون سازی نہیں کی۔ میلاد کا جلوس آتا ہے، امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوگیا، شہر فوج کے حوالہ کردیا، رینجرز کے حوالہ کردیا، فلاں فلاں علاقے حساس قرار دے دیئے گئے اور پھر وہ جلوس خیر خیریت سے گزر جاتا ہے، قانون سازی نہیں ہوتی۔ اور تو چھوڑیں، یہ رؤیت ہلال کمیٹی کو دیکھیں، میں نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ اس کمیٹی کی حیثیت قاضی کی ہے اور یہ جو فیصلہ دے گی تو اس کا فیصلہ حتمی ہوگا اور ہم پر اس کا ماننا لازم ہوگا، انہوں نے کہا: اگر یہ قاضی ہے تو قاضی کا فیصلہ کوئی نہ مانے تو اس کو سزا ہوتی ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: سزا تو ہوتی ہے، کہنے لگے: بتاؤ قانون کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ قانون تو نہیں ہے، کہنے لگے کہ قانون نہیں تو پھر یہ قاضی نہیں۔ اور کیوں قانون سازی نہیں ہورہی؟ تاکہ جب بھی کوئی فساد ہو تو مذہب کی طرف لوگوں کی انگلیاں اُٹھیں، کیا ریاست نے اپنی کوئی ذمہ داری پوری نہیں کرنی؟ ۶۷ر سال ہوگئے کہ ان فتنوں سے ہم گزر رہے ہیں۔

اکیسواں ترمیمی بل ..... ہمارا موقف اور تحفظات

چند دن قبل پنجاب کے وزیرِاعلیٰ صاحب میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ جی مساجد کو خود حکومت کنٹرول کرنا چاہتی ہے، یہاں سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ میں نے کہا: حضرت! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پھر آپ کا افسر جاکر کسی مولوی کے کان میں یہ نہ کہے کہ مولوی صاحب! آج ذرا تقریر ٹھوک کر کرنی ہے، یہ فلاں محلے کا دوسرا مولوی بڑا بدمعاش ہوگیا ہے، آپ کے خلاف بولتا ہے، میرے مولوی کو شدید تقریر پر آمادہ بھی تو آپ لوگ کرتے ہیں، تمہاری ایجنسیاں کرتی ہیں، فسادات تو آپ لوگ پھیلاتے ہیں، آپ خدا کے لیے ہمیں نہ لڑائیں، ہم تو نہیں لڑنا چاہتے، آپ لوگ اپنا فرض تو ادا کریں۔

۱۹۵۱ء کی اسلامی نفاذ کی تحریک سے لے کر ایم ایم اے تک تمام مکاتبِ فکر کی قیادت نے قومی

وحدت پر کام کیا ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے کام کیا ہے، ریاست اپنا فرض تو ادا کرے، لیکن وہ نہیں کرنا۔

پھر کہا گیا کہ ہر وہ مسلح تنظیم جو ریاست کے خلاف اسلحہ اٹھائے اور مذہب یا فرقے کا نام لے، اُسے ملٹری کورٹ میں پیش کیا جائے۔ ہم نے کہا: دہشت گردی، دہشت گردی ہوتی ہے، اس سے مذہب کا کیا تعلق ہے؟ اس سے قومیت کا کیا تعلق ہے؟ کہتے ہیں: نہیں، یہ جو پشاور کا واقعہ ہوا ہے۔ میں نے کہا: آپ یہ بتائیں کہ قانون کسی اصول کے تحت بنتا ہے یا کسی واقعہ کی بنیاد پر بنتا ہے؟ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو کیا دہشت گردی نہیں ہو رہی؟ چلو ایک واقعہ ہو گیا، اس واقعے سے لوگوں کے جذبات بھڑک اُٹھے، بڑے معصوم بچے اس میں شہید ہو گئے، پورا صوبہ ہزارہ اور مالاکنڈ سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان اور مردان تک کے بچے وہاں پڑھ رہے تھے، ہماری اپنی جماعت کے بہت سارے لوگوں کے بچے وہاں پڑھ رہے تھے، کچھ شہید ہو گئے، کچھ زخمی ہو گئے، یقیناً اس پر ہم سب کو ناراضگی ہے، اب اگر آپ قانون بناتے ہیں تو قانون ضرور بنائیں، لیکن دو چیزیں مدنظر ہونی چاہئیں۔ ایک قانون کے اندر جامعیت ہو، جو اس موضوع کے ہر پہلو کا احاطہ کرے، اور دوسری چیز یہ کہ اس قانون کے امتیازی طور پر استعمال کے احتمال کو ختم کیا جائے۔

تحفظِ پاکستان آرڈیننس آیا تو ہم نے اس وقت بھی یہی کہا کہ یہ کسی کے خلاف بھی ناجائز استعمال نہ ہو، جو دہشت گرد ہے، ملکی قانون کو توڑتا ہے اور ریاست کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے، اس کو سزا ملے۔ اب جناب! اس پر لڑائی شروع ہو گئی، ہم ڈٹ گئے کہ نہیں! یہ امتیازی قانون ہے، عموماً ایک قانون بن جاتا ہے تو اس کے بننے کے بعد یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ امتیازی استعمال ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے، یہاں تو یہ قانون اپنے مسودہ میں چیخ چیخ کر خود پکارتا ہے کہ میں نے امتیازی استعمال ہونا ہے۔

ہم دہشت گردی کے حامی نہیں

یہ تأثر دینے کی کوشش کی گئی کہ شاید ہم مذہبی دہشت گردوں کو یا مذہب کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کو بچا رہے ہیں۔ میں نے کہا: ایسا نہیں ہے، اگر یہ لکھا گیا کہ ''ہر وہ مسلح تنظیم جو ریاست کے خلاف اسلحہ اٹھائے اور لسانیت کا نام لے'' تو میں اس کی مخالفت کروں گا، کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ اس قانون نے کراچی میں ایم کیو ایم کے خلاف امتیازی طور پر استعمال ہونا ہے، لہٰذا ہماری بات کو سمجھا جائے۔ بات چلتی گئی، ہم نے کہا کہ اگر مذہب اور فرقہ کا نام کاٹنے کا آپ یہ معنی لیتے ہیں کہ ہم مذہب کے نام پر دہشت گردوں کو تحفظ دے رہے ہیں تو ہم اس سے دست بردار ہو جاتے ہیں، لیکن پھر آگے اس کے ساتھ یہ بھی لکھیں کہ مذہب کا نام استعمال کرے یا فرقہ کا استعمال کرے یا لسانیت، نسل پرستی، قومیت یا علاقائیت کا نام استعمال کرے، یہ ساری چیزیں بھی لکھیں، اور میں نے یہ باتیں اس لیے کہیں کہ خود آئین کے اندر جدولی جرائم کی فہرست میں ہے کہ نسل، عقیدہ، قومیت، برادری اور علاقائیت پر مبنی تعصّبات

جرائم تصور کیے جائیں گے، لہٰذا آئین کے انہی الفاظ کو لے کر یہاں لگا دیا جائے تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ آئین سے باہر کا کوئی تصور ہے جس کو آپ نے آئین کا حصہ بنا دیا ہے۔ اب یہ بات بھی اگر نہیں مانی جا رہی تو ہم کہاں جائیں؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پورے ملک میں مدارس پر چھاپے لگ رہے ہیں، کتب خانوں پر چھاپے لگ رہے ہیں، دو سال پہلے کسی نے تقریر کی ہے تو آج اس کے خلاف ایف آئی آر کاٹی جا رہی ہے، علماء گرفتار ہو رہے ہیں، ہمیں نظر آ رہا ہے کہ یہ قانون امتیازی استعمال ہو رہا ہے۔

کہنے لگے کہ: آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہیں کہ خدانخواستہ یہ مذہب کے خلاف استعمال ہوگا؟ میں نے کہا کہ بنگلہ دیش کو جا کر دیکھو، چوالیس سال پہلے آپ نے اپنے وہاں پر قدم مبارک رکھے تھے، اس کی برکات آج بھی ظاہر ہو رہی ہیں، روز کسی نہ کسی کی پھانسی کا آرڈر کیا جا رہا ہے، مذہب کے نام پر سیاست پر پابندی لگائی جا رہی ہے، اسلامی جمہوریہ بنگلا دیش کے بجائے اب ریپبلکن بنگلہ دیش لکھا جائے گا۔ میرے بھائیو! وہاں اس لیے یہ ہو رہا ہے کہ مذہبی لوگ سیاسی طور پر منظّم نہیں ہیں، ورنہ وہ آپ سے کم مسلمان نہیں ہیں، ہمارے مدارس سے بڑے بڑے مدارس وہاں ہیں، لیکن چونکہ سیاسی لحاظ سے منظّم نہیں ہیں، اس لیے تنہا وہاں ایک ایک مار کھا لیتا ہے۔ لہٰذا یہ وقت ہے کہ ہم پوری وحدت کا مظاہرہ کریں، میں نے سابق ایم ایم اے کی جماعتوں کو بلایا، سب نے اتفاقِ رائے کا مظاہرہ کیا۔ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ کا اجلاس ہوا، سب کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ہمارا موقف درست ہے، اب ہمیں مل کر جنگ لڑنی ہوگی۔ بھائی! ہم تو آپ کے ساتھ ہیں، ہم تو دہشت گردی کے خلاف آپ کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہیں، ہم تو آپ کے پشت پناہ ہیں، جب کسی قسم کے تحفظات سامنے رکھے بغیر ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، تمام مکاتب فکر نے آپ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، پوری قومی وحدت وجود میں آ گئی، تمام پارلیمنٹ ایک تھی تو آپ نے ایسی حرکت کر کے ملک کو کیوں تقسیم کر دیا؟ یہ ساری چیزیں ہیں جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں بات کرنی ہوگی۔

انتہا پسند کون؟

آپ یہ بھی دیکھیں کہ ہمیں انتہا پسند کہا جاتا ہے، انتہا پسندی اور مدارس، مسجد اور مُلا کی بات کی جاتی ہے۔ وہاں گوانتانا موبے میں قرآن کریم کو جلانا، گٹروں میں پھینکنا، مسلمان قیدیوں کی آنکھوں کے سامنے ناپاک قدموں کے ساتھ قرآن پر چڑھ جانا، کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ یہ شرافت ہے تمہاری؟ اور پھر اس سے ردِعمل پیدا نہیں ہوگا؟ اس سے امتِ مسلمہ کی دل آزاری نہیں ہوگی؟ امریکہ میں ایک کنیسا کے اندر باقاعدہ قرآن کو جلانے کی تقریب ہوتی ہے، کیا یہ انتہا پسندی نہیں ہے؟ بیلجیم میں مساجد پر حملے کیے گئے، قرآن کو جلایا گیا، کیا یہ تمہاری انتہا پسندی نہیں؟ پہلے ڈنمارک میں اور اب فرانس میں جناب رسول اللہ ﷺ کے خاکے شائع کیے گئے، اگر دنیا کی آبادی ۶؍ارب

ہے تو پونے ۲؍ارب مسلمان ہیں، تم دنیا کی اتنی بڑی آبادی کی دل آزاری کررہے ہو، تم اسلام کے شعائر کا مذاق اڑاؤ، پھر بھی تم اعتدال پسند ہوئے۔ یاد رکھنا! مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس پر ہمہ وقت مرمٹنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

ان دنوں ہمیں جو صورتِ حال درپیش ہے، اس کے پیشِ نظر آج کے اس اجتماع سے میں نے فائدہ اٹھالیا، تاکہ میں اپنے حلقے، اپنے علماء اور اپنے مدارس کو آگاہ کرسکوں۔ ہم اپنے موقف کو دلیل کی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہمارا کسی سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے، پاکستان کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، حالات ہمارے سامنے ہیں، آئین کی رو سے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی تو آئین کا تقاضا ہے، اس پر تو چالیس سال سے قانون سازی نہیں کی جارہی اور اس قسم کی قانون سازیاں آرہی ہیں اور قوم پر مسلط کی جارہی ہیں۔

جامعہ سے قلبی تعلق کا اظہار اور دعائے عافیت

یہ ادارہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا بنایا ہوا ہے اور انہوں نے اس کی بنیاد رکھی ہے۔ رب العزت اس ادارہ کو ہمیشہ آباد رکھے اور یہاں کی روحانیت، یہاں کی رونقیں ہر وقت تروتازہ رہیں، آمین! میں کراچی آتا ہوں تو یقین جانیے! جب تک جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حاضری نہیں دیتا، میں کراچی کے سفر کو ادھورا سمجھتا ہوں۔ یہاں آتا ہوں، مولانا سید سلیمان یوسف بنوری کو دیکھتا ہوں، مولانا سید احمد بنوری (نبیرۂ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ واستاذِ جامعہ) کو دیکھتا ہوں تو آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں کہ یہ وہ اسرۂ طیبہ ہے اور یہ وہ نسبت ہے جو ہمارے سامنے ہے، یہاں کے اساتذہ کو میں اپنے اساتذہ کا مقام دیتا ہوں۔

دعا کریں کہ اللہ ہم پر امتحان اور آزمائش نہ لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سلوا اللّٰہَ العافیۃَ''.... ''اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللّٰہ! علمنی شیئًا أسالہُ اللّٰہَ''.... ''کوئی ایسی بات بتادیں کہ میں اللہ سے مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سَلْ رَبَّکَ الْعَافِیَۃَ''.... ''اللہ سے عافیت مانگو۔'' کچھ عرصہ کے بعد پھر حاضر ہوئے اور پھر عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتادیں جو میں اللہ سے مانگوں؟ آپ ﷺ متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''یا عباس! یاعمَّ رسولِ اللّٰہ! سلِ اللّٰہَ العافیۃَ فی الدنیا والآخرۃ۔'' (مجمع الزوائد للہیثمی، ۱۰/۱۷۵)

''اے عباس! اے رسول اللہ (ﷺ) کے چچا! اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں کی عافیت مانگا کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لاتتمنوا لقاءَ العدو، وسلوا اللّٰہَ العافیۃَ فإذا لقیتم فاثبتوا۔'' (صحیح بخاری، ۱/۴۲۴، قدیمی)

''دشمن کا سامنا ہونے کی تمنائیں مت کیا کرو، بلکہ اللہ سے عافیت مانگا کرو، لیکن اگر سامنا مقدر ہوجائے تو پھر ڈٹ جاؤ۔''

بہرحال یہ وقت ہے ہمارے اکٹھے ہونے کا۔ ہم دہشت گرد نہیں ہیں، نہ دہشت گردی ہماری ضرورت ہے۔ یہ جنگیں ہم پر مسلط کی گئی ہیں۔ بتایا جائے کہ کس جرم میں مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہے؟ کس جرم میں آج مدارس کو ذبح کیا جارہا ہے؟ صرف اپنے جرائم چھپانے کے لیے؟ کوئی قوت اس کی کوشش نہ کرے اور نہ ہم اتنے بے خبر ہیں کہ اپنا جرم چھپانے کے لیے آپ مدارس کو موردِ الزام ٹھہرائیں اور ہم مان لیں۔ یہ جنگ ہم نے آئین اور قانون کے دائرے میں لڑنی ہے، کوئی ہنگامہ آرائی اور فساد نہیں کرنا۔ ہم ایک ملک کے آزاد شہری ہیں، اپنا حق رکھتے ہیں۔ اور اگر امتیازی طور پر کوئی قانون کسی کے بھی خلاف بنے گا، چاہے مذہبی لوگوں کے خلاف ہو، چاہے قوم پرستوں کے خلاف ہو، چاہے لسانیت والوں کے خلاف ہو تو ہم ضرور کہیں گے کہ یہ قانون غلط ہے۔ آپ حضرات ہمارے لیے دعا بھی کریں۔ ہم اسمبلی میں تھوڑے تو ہیں، لیکن دعاؤں سے ہمارے اندر قوت آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا کرتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

ماہنامہ بینات کے اجراء کا طریقہ

1: ...... جو حضرات ''ماہنامہ بینات'' کے دفتر تشریف لاسکتے ہوں، وہ ''ماہنامہ بینات'' کے دفتر آکر اپنا مکمل پتہ اور فون نمبر درج کرانے کے ساتھ مبلغ 350 روپے سالانہ فیس جمع کرائیں۔

2: ...... جو حضرات کسی بنا پر دفتر بینات نہ آسکتے ہوں تو وہ اپنے مکمل پتہ کے ساتھ 350 روپے کا منی آرڈر ناظم دفتر بینات کے نام بھیج دیں اور منی آرڈر کے آخر میں یہ وضاحت ضرور فرمائیں کہ یہ رقم ماہنامہ بینات کے اجراء کے لیے ہے۔

3: ...... یا ''ماہنامہ بینات'' کے بینک اکاؤنٹ میں 350 روپے جمع کرواکر بینک سے ملنے والی رسید اسکین کرکے اپنے نام، مکمل پتہ اور فون نمبر کے ساتھ ''ماہنامہ بینات'' کے ای میل ایڈریس پر میل کردیں۔

نوٹ: پرانے خریدار بھی مذکورہ طریقوں سے سالانہ فیس جمع کراسکتے ہیں، مگر ان کے لیے اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضروری ہے۔

فون دفتر بینات: 021-34927233 ای میل ایڈریس: bayyinat@banuri.edu.pk

بینک اکاؤنٹ نمبر: مسلم کمرشل بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی، برانچ کوڈ: 0816 اکاؤنٹ نمبر: 101900-397-7

ڈاک کا پتہ: دفتر ''ماہنامہ بینات'' جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی نمبر 5